جناب سید جلال الدین عمری صاحب

قرآن مجید کا اہل کتاب سے خطاب

قرآن مجید نے مشرکین عرب اور اہل کتاب سے براہ راست خطاب کیا اور انہیں دین حق کی دعوت دی۔ "اہل کتاب" کی اصلاح اس نے یہود و نصاریٰ کے لیے جن کے پاس خدا کی نازل کردہ کتابیں توریت اور انجیل تھیں، استعمال کی ہے۔ گوکہ یہ مقدس کتابیں مسلسل تحریفات کی وجہ سے اپنی شکل میں محفوظ نہیں تھیں تاہم اہل کتاب ہونے کا انہیں امتیاز حاصل تھا۔

مشرکین عرب کا دین ہی دین شرک تھا۔ توحید کا تصور بھی ان کے لیے گراں گزر رہا تھا۔ لیکن اہل کتاب کا دامن بھی شرک سے پاک نہ تھا۔ یہود کے ایک طبقہ نے حضرت عزیزؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیحؑ ابن اللہ تھے۔ قرآن کریم نے کہا ان کا محض دعویٰ ہے۔ اس کی وہ کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔

"وقالت الیہود عزیز ابن اللہ وقالت النصاری مسیح ابن اللہ۔ ذالک قولہم بافواھھم یضاھئون قول الذین کفروا من قبل قتلہم اللہ انی یوفکون۔" (التوبہ: ۳۰)

ترجمہ: یہود نے کہا کہ عزیزؑ اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیحؑ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی زبانوں سے نکلی ہوئی (بے سند) بات ہے۔ یہ ان سے پہلے کافروں کے قول سے مشابہت اختیار کر رہے ہیں۔ اللہ انھیں ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے جا رہے ہیں۔

اس پہلو سے ان کے اور مشرکین عرب کے درمیان ایک گونہ مماثلت پائی جاتی تھی۔ قرآن مجید نے صاف الفاظ میں ان کی طرف کفر و شرک بھی منسوب کیا ہے۔ (۱) لیکن اس کے باوجود توحید، وحی و رسالت، کتب سماوی، آخرت اور جزا و سزا جیسے اساسات دین کے اصولی طور پر قائل تھے۔ اس لیے قرآن مجید نے انہیں مشرکین سے الگ شمار کیا اور دونوں کے درمیان بعض احکام میں فرق بھی کیا ہے۔

مشرکین عرب خود بھی یہود و نصاریٰ کو اپنے سے جدا اور صاحب کتاب مانتے تھے اور ان کی عظمت کے قائل تھے۔ قرآن مجید ان کے سامنے اس حیثیت سے آیا کہ وہ خدا کی آخری کتاب ہے۔

---

(۱)۔ ملاحظہ ہو: البقرہ ۱۰۵۔ المائدہ ۱۷، ۷۲، ۷۳، ۷۸۔ الحشر ۲۔ البینہ ۱۔۶۔

اسے قبول کر کے وہ راہ ہدایت پاسکتے ہیں۔ اب کتاب کے نہ ہونے کا وہ کوئی عذر نہیں کرسکتے چنانچہ فرمایا توریت خدا کی طرف سے ہدایت اور رحمت بن کر آئی تھی اور اس میں احکام شریعت کی تفصیل موجود تھی۔ اس کے بعد ارشاد ہے۔

" وھذا کتب انزلنہ مبرک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون o ان تقولوا انما انزل الکتب علی طآئفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغفلین o او تقولوا لوانا انزل علینا الکتب لکنا اھدی منھم "۔ (الانعام: ۱۵۵۔۱۵۷)

ترجمہ: یہ کتاب مبارک ہم نے نازل کی ہے۔ پس تم اس کی اتباع کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید ہے تم پر رحم ہوگا۔ تاکہ تم یہ نہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دوگروہوں پر نازل ہوئی تھی اور ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ یا تم یہ کہو کہ اگر کتاب ہم پر نازل ہوتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔

یہ آیت صراحتاً بتاتی ہے کہ یہود ونصاریٰ کو مشرکین عرب اہل کتاب اور خود کو غیر اہل کتاب سمجھتے تھے۔ اس فرق واختلاف کے باوجود بعض باتیں ان کے درمیان مشترک بھی تھیں۔ عرب کے مشرکین صدیوں سے آسمانی ہدایت سے محروم تھے۔ دونوں کا حضرت ابراہیمؑ سے نسلی تعلق تھا اور اس پر وہ نازاں بھی تھے لیکن حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات کو مشرکین نے بڑی حد تک فراموش کردیا اور اہل کتاب انہیں یہودیت اور نصرانیت کا علمبردار ثابت کرنے کی سعی لاحاصل میں لگے ہوئے تھے۔ جب کہ حضرت ابراہیمؑ کا دامن شرک سے پاک تھا اور ان کی دعوت توحید خالص کی دعوت تھی۔ یہودیت ونصرانیت نے حضرت ابراہیمؑ کے بہت بعد جنم لیا اور اس نے جو شکل اختیار کرلی اس کا ان سے کوئی تعلق نہ تھا۔

" ما کان ابراہیم یھودیاً ولا نصرانیاً ولکن کان حنیفا مسلماً وما کان من المشرکین "

ترجمہ:۔ ابراہیمؑ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ہر طرف سے یکسو اور خدا کا فرماں بردار تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ (ال عمران: ۲۷)

اسلام کی دشمنی میں دونوں برابر کے شریک اور ایک دوسرے کے معاون تھے۔ اس دشمنی میں اہل کتاب یہاں تک کہہ بیٹھتے تھے کہ اسلام کے ماننے والوں سے مشرکین عرب زیادہ ہدایت یافتہ اور راست رو ہیں۔ " ھولاء اھدی من الذین امنو اسبیلاً " (النساء: ۵۱)

" یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں "

یہ پس منظر تھا جس میں قرآن مجید نے مشرکین اور اہل کتاب سے خطاب کیا۔ اس کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کی وساطت سے دنیا کی ان قوموں سے بھی خطاب کیا جو کسی آسمانی ہدایت کے تصور سے خالی ہیں جو شرک، بت پرستی اور اوہام وخرافات میں مبتلا اور بے سمجھے باپ دادا کے رسوم ورواج اور قدیم روایات کی پابند ہیں اور ان قوموں کو بھی اپنا مخاطب بنایا جو کوئی آسمانی کتاب رکھتی ہیں یا اپنے پاس آسمانی کتاب کے ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اس طرح اس نے بالواسطہ ساری دنیا کے فساد عقیدہ وعمل پر تنقید کی اور ان پر راہ ہدایت واضح کی۔ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے صحیفہ ہدایت ہے اور یہ اس کا ایک لازمی تقاضا ہے۔

اہل کتاب کی تاریخ بعض پہلوؤں سے بڑی شاندار رہی ہے۔ یہ تاریخ نبوت و رسالت، دینی امامت وقیامت اور حکومت وریاست کی تاریخ ہے۔ وہ اپنے وقت میں دنیا کے امام اور قائد تھے اور خدا کی طرف سے سب سے افضل قرار دیئے گئے تھے۔

"یابنی اسرائیل اذکر وانعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین"

ترجمہ:۔ اے بنواسرائیل یاد کرو میرے احسان کو جو میں نے تم پر کیا تھا اور یہ کہ میں نے تمھیں تمام عالم پر فضیلت عطا کی۔ (البقرہ: ۴۷)

یہ مضمون سورۃ جاثیہ میں زیادہ واضح ہے۔

"ولقد اتینا بنی اسرائیل الکتاب والحکم والنبوۃ ورزقنا ھم من الطیبات و فضلنا ھم علی العالمین" ترجمہ:۔ ہم نے بنواسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت سے سرفراز کیا اور کھانے کے لیے پاک چیزیں عطا کیں اور انہیں سارے عالم پر فضیلت بخشی۔ (الجاثیہ: ۱۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں: "اذکروانعمۃ اللہ علیکم اذجعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتاکم مالم یوت احدا من العالمین"

ترجمہ:۔ یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا۔ جب کہ اس نے تم میں انبیاء پیدا کیے، تم کو فرماں روا بنایا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو عالم میں کسی کو نہیں دیا تھا۔

اہل کتاب کی تاریخ کے ان تابناک پہلوؤں کے ساتھ اس کے تاریک پہلو بھی رہے ہیں۔ ان تاریک پہلوؤں پر وہ کبھی پوری طرح قابو نہ پاسکے بالآخر زوال اور پستی کی آخری حد کو پہونچ گئے۔ وہ بار بار خدا کے غضب کا نشانہ بنتے رہے۔ ذلت وخواری کی وہ تمام شکلیں انہیں دیکھنی پڑی جو خدا کی کسی مغضوب قوم کو دیکھنی پڑتی ہیں۔

" ضربت علیھم الذلة این ماثقفوا آ الابحبل من اللّٰہ وحبل من الناس وضربت علیھم المسکنة ۔ ذلک بانھم کانوا یکفرون بایات اللّٰہ و یقتلون الانبیاء بغیر حق ۔ ذلک بما عصولو کانوا یعتدون ۔" (آل عمران : ۱۱۲)

ترجمہ : جہاں کہیں وہ پائے گئے ان پر ذلت کی مار پڑی ۔ سوائے اس کے کہ انہیں اللہ کی مدد اور انسانوں کی مدد ملی ہو ۔ وہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے ۔ ان پر محتاجی ودرماندگی مسلط کر دی گئی یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور پیغمبروں کو انہوں نے ناحق قتل کیا ۔ یہ سب ان کی نافرمانی اور زیادتیوں کی وجہ سے ہوا ۔ (۱)

خدا کا غضب جن شکلوں میں ان پر نازل ہوتا رہا اس کا ذکر سورۃ مائدہ میں ان الفاظ میں ہوا ہے ۔

" قل ھل انبئکم بشر من ذلک مثوبة من عنداللّٰہ ۔ من لعنہ اللّٰہ وغضب علیه و جعل منھم القردة والخنازیر وعبد الطاغوت ۔ اولیک شر مکاناً واضل عن سوآء السبیل ۔"

ترجمہ : " کیا میں تمھیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے برا انجام کیا ہے ؟ ان لوگوں کا انجام ہے جن پر اللہ کی لعنت ہوئی اور اسکا غضب نازل ہوا اور جنہیں اللہ نے بندر اور سور بنادیا اور جنہوں نے طاغوت کی بندگی کی ، انکا انجام زیادہ برا ہے اور وہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں ۔" (المائدہ : ۶۰) قرآن مجید نے اہل کتاب کے سامنے ان کی فکری اور عملی گم راہیوں کی تاریخ رکھی ان کی سرکشی اور بغاوت کی داستان سنائی ، ان کی دنیا پرستی اور آخرت فراموشی کا ذکر کیا ۔ خدا اور رسولؐ کو ماننے کے باوجود جس طرح انہوں نے قدم قدم پر معصیت اور نافرمانی کا ارتکاب کیا اس کا احوال سنایا اور بتایا کہ ان پر خدا کی نعمتوں اور احسانات کی مسلسل بارش ہوتی رہی لیکن انہوں نے ہمیشہ ناشکری اور ناسپاسی کا رویہ اختیار کیا ۔

قرآن مجید نے ان تحریفات کی بھی نشاندہی کی جو توریت اور انجیل میں کی گئیں ۔ ان میں خدا کی طرف اس کی عظمت کے منافی صفات منسوب کی گئیں ، اس کی شان کے خلاف باتیں کہی گئیں ، پیغمبروں کی سیرت وکردار کو دغدار بنایا گیا ۔ ان پر گھناؤنے الزامات لگائے گئے ۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف ہی نہیں کی بلکہ بڑے بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا ۔ حتیٰ کہ ان کے ہاتھ بعض پیغمبروں کے قتل تک سے رنگین ہوئے ۔ قرآن مجید نے ان کی تحریفات وتلبیسات کا پردہ ہی چاک نہیں کیا بلکہ یہ بھی بتایا کہ ان کتابوں کی اصل تعلیم کیا تھی ، خدا کے پیغمبروں نے انہیں کیا

(۱) الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ آیت سورۃ بقرہ میں بھی آئی ہے ۔ البقرہ : ۶۱

ہدایت دی تھیں اور ان سے کن باتوں کا عہد وپیمان لیا تھا۔ قرآن مجید نے اس سوال کا بھی جواب دیا کہ اہل کتاب میں بگاڑ کا آغاز کیسے ہوا اور اس کے کیا مادی اور نفسیاتی عوامل تھے؟ اس نے تفصیل سے ثابت کیا کہ ان میں وہ تمام اسباب جمع ہوگئے تھے جو کسی قوم کو ابدی زوال اور پستی کی طرف لے جاتے ہیں اور جس کے بعد اسے ابھرنا نصیب نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں ان میں نیک اور صالح افراد بھی تھے جن کا دامن ان گندگیوں سے بڑی حد تک پاک تھا جو ان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کی سلیم الطبعی اور فطری خوبی نے انہیں راہ راست پر قائم رکھا تھا۔ وہ حق و باطل میں فرق کرسکتے تھے۔ اور اسے قبول کرنے کی ان میں جرات وہمت بھی تھی اور وہ قبول کر بھی رہے تھے۔ ان کی حیثیت خس وخشاک کے ڈھیر میں جواہر ریزوں کی تھی۔ قرآن مجید نے ان کی تعریف وتوصیف کی۔ (۱) اس طرح تنقید اور جائزہ میں توازن باقی رکھا اور عدل وانصاف کی مثال قائم کی۔ اہل کتاب کی یہ ایک مستند تاریخ ہے۔ اس لیے کہ خود انہوں نے کبھی اس کا انکار نہیں کیا اور اسے غلط نہیں قرار دیا۔ یہ ایک نبی امی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معجزہ ہے۔ قرآن مجید نے اس پوری بحث کو محض تاریخ رہنے نہیں دیا بلکہ اہل کتاب کو اصل دین کی طرف رجوع کی دعوت دی اور کہا کہ اسے قبول کرکے وہ اپنی ہی کتابوں پر عمل کریں گے۔ اس سے ان کا انحراف اپنی ہی کتابوں سے انحراف ہوگا۔

"یا اهل الکتاب لستم علی شیٍ حتیٰ تقیموا التوراة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیراً منهم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفرا فلا تاس علی القوم الکفرین"

ترجمہ:۔ "اے اہل کتاب تمھاری کوئی بنیاد نہیں ہے جب تک کہ تم توریت اور انجیل کو اور اس کتاب کو جو تمھاری طرف نازل کی گئی ہے قائم نہ کرو (اے پیغمبرؐ!) جو کتاب تم پر تمھارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر کو ضرور بڑھادے گی۔ جو لوگ کفر کرنے والے ہیں تم ان پر افسوس نہ کرو۔" (المائدہ: ۶۸)

مزید فرمایا دین حق کو قبول کرنا ان کے لیے کفارہ سئیات ثابت ہوگا، ان کی اب تکؔ کی غلطیاں معاف ہوجائیں گی اور ان کے لیے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ دنیا کی نعمتوں اور آسائش وراحت کے بھی وہ مستحق قرار پائیں گے۔

"ولوانهم اقاموالتورٰة والانجیل وما انزل الیهم من ربهم لا کلو امن فوقهم ومن تحت ارجلهم منهم امة مقتصدة وکثیر منهم سآء مایعلمون" (المائدہ: ۶۶)

(۱). ملاحظہ ہو آل عمران: ۷۵، ۱۱۴، ۱۱۹، المائدہ: ۸۲، ۸۵)

ترجمہ :- " اگر وہ توریت اور انجیل کو اور جو ان کی طرف ان کی رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم کرتے تو ان کے اوپر اور نیچے سے انھیں رزق عطا ہوتا اور وہ اسے کھاتے ۔ ان میں سے ایک گروہ سیدھی راہ پر ہے لیکن برا ہے ان میں سے بیشتر جو کچھ کررہے ہیں ۔"

ایک جگہ فرمایا کہ اگر وہ خدا کی آخری ہدایت کو قبول کرلیں تو اپنے نبی پر ایمان لانے کے اجر کے ساتھ آخری نبیؐ پر ایمان پر ایمان لانے کے ثواب سے بھی نوازے جائیں گے اور انہیں نور ہدایت نصیب ہوگا جس سے ظلمتیں کافور ہوجاتی ہیں اور آدمی دین حق کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ کامیابی اور کامرانی کیطرف بڑھنے لگتا ہے ۔ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والوں سے خطاب ہے :

" یایھاالذین امنو اتقوا اللہ وامنوا برسولہ یوتکم کفلین من رحمۃ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم " (الحدید : ۲۸)

ترجمہ : " اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ ۔ وہ تمھیں اپنی رحمت کے دو حصے دے گا اور تمھیں نور عطا کرے گا جس کو لےکر تم چلوگے اور تمھاری مغفرت کرے گا اور اللہ غفور ورحیم ہے "

دنیا کے عروج وزوال اور آخرت کی کامیابی وناکامی کے بارے میں وہ بڑی بھیانک غلط فہمیوں کا شکار تھے ۔ وہ کامیابی کو اپنا حق سمجھے تھے حالانکہ اس کےلیے خدا کے ہاں کچھ متعین ضابطے ہیں ۔ یہ ضابطے ناقابل تغیر ہیں ۔ یہ کسی فرد یا قوم کی خواہشات کے تابع نہیں ہیں ورنہ عروج کے بعد دنیا زوال نہ دیکھتی اور ہر شخص خدا کے انعام واکرام کا سب سے زیادہ خود کو مستحق سمجھتا ۔ اہل کتاب کو غرور تھا کہ وہ پیغمبروں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے خدا کے پیارے اور اس کے محبوب ہیں ۔ یہ ان کی خام خیالی تھی ۔ اسی نے انھیں معصیت پر جری بنا رکھا تھا ۔ ان کا خیال صحیح ہوتا تو ان کی معصیت کی وجہ سے ان پر باربار عذاب الہیٰ کے تازیانے نہ برستے اور وہ ہمیشہ کے لیے اس کی پکڑ سے محفوظ ہوتے ۔ " وقالت الیھود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ واحباء ہ ۔ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم بشر ممن خلق یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء وللہ ملک السموات والارض وما بینھما والیہ المصیر " (المائدہ : ۱۸)

ترجمہ :- " یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں ۔ ان سے کہو تو پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں پر سزا کیوں دیتا ہے ، بلکہ تم اسی طرح بشر ہو جس طرح اس نے دوسرے انسان پیدا کیے ۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے ۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب اللہ ہی کی ملک ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے "

انہیں جب اپنی بعض بھیانک غلطیوں کا احساس ہوتا تو کہتے کہ اس کی سزا چند دن کی ہوگی۔ اس کے بعد ہمارے لیے جنت ہی جنت ہے۔ اس بے دلیل اور بے سند بات کی قرآن نے تردید کی اور خدا کے قانون مکافات کو واضح کیا۔

" وقالو الن تمسنا النار الا ایاماً معدودةً۔ قل اتخذتم عندالله عهداً فلن یخلف الله عهده ام تقولون علی الله مالا تعلمون ٥ بلیٰ من کسب سیّئةً واحاطت به خطیئته فا ولیک اصحاب النار هم فیها خلدون ٥ والذین امنوا وعملوا الصلحت اولیک اصحب الجنة هم فیها خلدون " (البقرہ: ۸۰، ۸۲)

ترجمہ:۔ " وہ کہتے ہیں کہ ہم کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ سوائے اس کے کہ چند روز کی سزا مل جائے۔ ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد وپیمان لے رکھا ہے جس کی خلاف ورزی وہ نہیں کرسکتا یا اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔ ہاں جس نے بھی برائی کا ارتکاب کیا اور برائی نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا تو ایسے سب لوگ جہنم میں جائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے یہ سب جنت لے ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے "۔

ایک جگہ کہا گیا کہ انسان جھوٹی تمناؤں اور آرزوں سے جنت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اس کے لیے ایمان و عمل صلح شرط لازم ہے۔ جس کی کتاب حیات اس سے خالی ہوگی اور بدکاری کی زندگی اس نے گزاری ہوگی وہ اپنے نتائج بد سے بچ نہیں سکتا۔ اسے ان کا سامنا لازماً کرنا ہوگا۔

" لیس با مانیکم ولا امانی لهل الکتب۔ من یعمل سوءً یجزبه ولا یجدله، من دون الله ولیاً ولا نصیرا ٥ ومن یعمل من الصلحت ذکرٍ اوانثیٰ وهو مومن فاولیک یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیراً ٥ " (النساء: ۱۲۳، ۱۲۴)

ترجمہ:۔ " کامیابی کادارومدار نہ تمھاری آرزوں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی برا عمل کرے گا اس کی اسے جزا ملے گی۔ وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا اور جو بھی مرد یا عورت عمل صالح انجام دے گا اور وہ مومن ہوگا تو یہ سب جنت میں جائیں گے اور ذرہ برابر ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔"

ایک اور جگہ واضح کیا گیا کہ خدا کا کسی گروہ سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ وہ اپنے قانون عدل کے تحت ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرے گا۔

" ان الذین امنوا والذین هادوا والنصری والصبئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون o "(البقرۃ: ۶۲)

ترجمہ: " بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ، نصرانی یا صابی ہوئے تو ان میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے اور عمل صالح اختیار کرے تو ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے انہیں نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے " (۱)

اس طرح ایمان کی کمزوری ، مادی اغراض کے غلبہ ، آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی ترجیح ، خدا کی راہ میں جان ؤمال کی قربانی سے گریز ، موت کے خوف ، نفس اور خواہش کی پیروی ، قومی اور نسلی غرور ، آپس کی پھوٹ اور گروہ بندی نے یہود کو مستحق لعنت بنادیا اور وہ ہمیشہ کے لیے خدا کی رحمت سے دور کردئے گئے ۔ ان کے مقابلہ میں نصاریٰ کو رہبانیت ، دنیا سے بےزاری اور غلوفی الدین جیسی بیماریاں لگ گئیں ۔ یہود کی حیثیت ایک مادہ پرست قوم کی اور نصاریٰ کی ایک راہبانہ گروہ کی ہوگی ۔ ان کا دینی اور اخلاقی اعتبار ختم ہوگیا ۔ ان کا وجود گواہی دے رہا تھا کہ دنیا کے اسٹیج پر انھیں جو کردار ادا کرنا تھا وہ کردار اب وہ ادا نہیں کرسکتے ۔ وہ اس قابل نہیں رہ گئے ہیں کہ دنیا کی امامت وقیادت کا منصب سنبھال سکیں ۔ اس کے بعد خدا کے فیصلے کے تحت آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی ، آپؐ کی قیادت میں امت مسلمہ صفحہ عالم پر ابھری ، اس کا تزکیہ ہوا ، اس کے عقیدہ وعمل کی اصلاح ہوئی ، خدا سے اس کا تعلق مضبوط ہوا ، اس کے کردار اور سیرت کو رفعت اور بلندی عطا ہوئی ۔ اسے ان خرابیوں سے پاک کیا گیا جن میں دنیا کی دوسری قومیں مبتلا تھیں ۔ اس کی راہ میں سخت ترین آزمائشیں آئیں لیکن اس نے دین کا دامن نہیں چھوڑا ۔ حکومت واقتدار سے اس کے اندر معصیت اور بغاوت کے جذبات نہیں ابھرے بلکہ اسے اس نے خدا کی مرضی کے تابع رکھا ۔ اسے امم عالم میں "خیرامت" کے مقام پر فائز کیا گیا اور کہا گیا کہ تمھیں دنیا کی اصلاح کے لیے برپا کیا گیا ہے ۔ تم معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو ۔ (آل عمران: ۱۱۰) اسے " امت وسط" کا لقب دیا گیا ، جو ہر طرح کی بےاعتدالیوں سے پاک اور ایک متوازن شاہ راہ حیات پر گامزن رہے ۔ نہ اسے کسی سے عداوت اور نفرت ہے اور نہ وہ کسی کی بےجاطرف داری کرتی ہے ۔ اس کی ذمہ داری دنیا کے سامنے حق کی شہادت دینا ہے ۔(البقرہ: ۱۴۳) اس کے بارے میں اعلان ہوا کہ اسکے ہاتھ میں اقتدار آئے گا تو

(۱) یہ مضمون سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶۹ میں بھی بیان ہوا ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو سورۃ حج آیت نمبر ۱۷

وہ خدا اور بندوں کے حقوق فراموش نہیں کرے گی بلکہ نماز قائم کرے گی۔ زکوۃ دے گی، معروف کا حکم دے گی اور منکر سے باز رکھے گی۔ (الحج: ۴۱)۔ امت مسلمہ کو اس منصب پر فائز کرنے کے ساتھ اسے باربار ہدایت کی گئی کہ وہ اہل کتاب کی تاریخ سے سبق حاصل کریں۔ ان کی روش نہ اختیار کریں، وہ خدا کو بھولے تو خود کو بھی فراموش کر بیٹھے۔

" ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولئک ھم الفاسقون " (الحشر: ۱۹)

ترجمہ: " ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انھیں ان کا نفس بھلادیا۔ یہی لوگ فاسق ہیں "۔ جب کوئی قوم خدا کو بھول جاتی ہے اور اس کی ہدایات کو نظر انداز کرنے لگتی ہے تو اپنے مرتبہ ومقام سے غافل ہوجاتی ہے۔ اس کے اندر اپنی حیثیت اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس باقی نہیں رہتا۔ خدا فراموشی خودفراموشی تک پہونچا دیتی ہے جو قوم خود فراموشی میں مبتلا ہوجاتی ہے وہ انجام بد کی طرف بڑھنے لگتی ہے اور بالآخر تباہی اس کا مقدر ہوجاتی ہے۔ کسی ملت کے پاس خدا کی کتاب کا ہونا یا اس کا خدا کے رسول پر ایمان رکھنا اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے بگاڑ سے محفوظ ہوگئی۔ جن قوموں کے پاس خدا کی کتاب تھی جب ان میں اس سے ہدایت حاصل کرنے کا جذبہ سرد پڑگیا اور اسے انہوں نے پس پشت ڈال دیا تو وقت گزرنے کے ساتھ ان پر قساوت قلب چھاگئی۔ دل پتھر کی طرح سخت ہوگئے اور خدا اور رسول کی تعلیمات ان کے لیے بےاثر ہوکر رہ گئیں۔ اس سے چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ " ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامدفقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون٥ "

ترجمہ: " ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنھیں اس سے پہلے کتاب دی گئی، پھر جب ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو انکےدل سخت ہوگئے۔ انمیں سے بہت سے فسق ونافرمانی میں گرفتار ہیں " (الحدید: ۱۶)

خدا کی کتاب امت کو جوڑنے اور متحد کرنے کے لیے آتی ہے۔ حدیث کے الفاظ میں یہ " حبل اللہ المتین " ہے۔ جب تک امت اللہ کی اس رسی کو خلوص کے ساتھ پکڑے رہتی ہے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں اس کی منتظر رہتی ہیں۔ وحدت کی یہ اساس جب ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے تو امت کی وحدت پارہ پارہ ہوجاتی ہے اور چاروں طرف سے تباہی اور بربادی اس کی دروازوں پر دستک دینے لگتی ہے۔ یہی صورتحال اہل کتاب کے ساتھ پیش آئی۔ کتاب اللہ کی بنیاد پر ان میں اتحاد واتفاق پیدا ہوسکتا تھا لیکن بغاوت اور سرکشی کے جذبات نے انھیں اس بنیاد پر متحد ہونے نہ دیا۔ وہ گروہوں میں بٹ گئے اور ہر گروہ دوسرے سے دست وگریباں رہنے لگا۔ امت مسلمہ کو اس

سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اسکی فلاح کا راستہ یہ ہے کہ وہ اپنے تمام ذاتی وگروہی رجحانات کو خدا کے احکام کا تابع بنا دے اور خدا کی کتاب کو سرچشمہ ہدایت مان کر اس کی روشنی میں اپنا سفر حیات طے کرے۔ " ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجآء ھم البینات ولولیک لھم عذاب عظیم o " (آل عمران : ۱۰۵) " ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور دلائل کے آنے کے بعد اختلافات میں پڑگئے۔ ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

سورۃ یونس میں یہ مضمون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے :

" ولقد بوانا بنی اسرائیل مبوا صدق ورزقنھم من الطیبت۔ فما اختلفوا حتیٰ جآء ھم العلم۔ ان ربک یقضی بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون o " (یونس : ۹۳)

ترجمہ : " ہم نے بنواسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا اور کھانے کے لیے پاکیزہ غذائیں عطا کیں، لیکن وہ اختلافات میں نہیں پڑے مگر اس وقت جب کہ ان کے پاس علم آیا۔ بےشک تمھارا رب قیامت کے روز ان کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کردیگا "۔ (۱)

قرآن مجید نے ہر نازک موقع پر کہیں اشاروں میں کہیں صراحت کے ساتھ کہیں اختصار سے اور کہیں تفصیل سے ہدایت کی کہ ان کا دامن ان کمزوریوں اور آلائشوں سے پاک ہونا چاہیے جو اہل کتاب میں پیدا ہوگئی ہیں اور انھیں ان خوبیوں سے متصف ہونا چاہیئے جو ان کے منصب کے شایان شان ہیں۔ اسی سے وہ خدا کی ابدی رحمت کے مستحق اور دین ودنیا کی کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

قرآن مجید نے شرک پر زبردست تنقید کی، اسکی کمزوریاں واضح کیں اور اس کے مقابلے میں توحید خالص کا تصور پیش کیا۔ اس موضوع پر قرآن مجید نے اتنی مدلل اور پرزور بحث کی کہ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے شرک کا اعتبار ختم ہوگیا اور وہ توجیہات وتاویلات کا سہارا لینے پر مجبور ہوگیا۔ اب وہ عقل کے میدان میں کبھی اپنا وجود ثابت نہیں کرسکتا۔ شرک کی تردید اور توحید کے اثبات پر قرآن کی روشنی میں ہماری زبان میں بڑا مستند اور بڑا وقیع کام ہوا ہے اس سے فائدہ اٹھایا جانا چاہئیے اور بحمدللہ فائدہ اٹھایا بھی جارہا ہے۔

قرآن مجید نے اہل کتاب سے بھی سنجیدہ بحث کی اور عقلی اور نقلی دلائل اور تاریخی حقائق کے ذریعہ ان پر حجت تمام کردی۔ ان کی تاریخ میں عبرت ونصیحت کے جو پہلو ہیں وہ بھی واضح کردئے۔ یہ موضوع اردو کے لیے گوبالکل نیا نہیں ہے لیکن اس پر نسبتاً کم کام ہوا ہے جو ہوا ہے

(۱)۔ یہ مضمون سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۱۴ اور سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۱۷ میں بھی بیان ہوا ہے۔

اس سے فائدہ اٹھایا جانا چاہیے اور بحمدللہ فائدہ اٹھایا بھی جارہا ہے۔ قرآن مجید نے اہل کتاب سے بھی سنجیدہ بحث کی اور عقلی اور نقلی دلائل اور تاریخی حقائق کے ذریعہ ان پر حجت تمام کردی۔ ان کی تاریخ میں عبرت و نصیحت کے جو پہلو ہیں وہ بھی واضح کردئے۔ یہ موضوع اردو کے لیے گو بالکل نیا نہیں ہے لیکن اس پر نسبتاً کم کام ہوا ہے، جو ہوا ہے اس کی قدروقیمت کے اعتراف کے باوجود یہ احساس ہوتا ہے کہ اس وسیع موضوع کے بہت سے گوشے بحث و تحقیق اور غوروفکر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اسی احساس کے تحت میں نے ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی کے رفیق برادر عزیز ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی سے درخواست کی کہ وہ اس موضوع کو اپنائیں اور قرآن مجید کی روشنی میں اس کا مطالعہ کریں۔ اس کی شرح وتفسیر کی حد تک حدیث، تاریخ، کتب تفسیر اور صحف سماوی سے مدد لیں۔ ڈاکٹر رضی الاسلام سنجیدہ اور وسیع المطالعہ عالم دین ہیں۔ ان کی محنت اور کدوکاوش کا حاصل اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے قرآن مجید نے اہل کتاب کی جو تصویر کشی کی ہے انہوں نے نہ صرف اسے ترتیب اور سلیقہ کے ساتھ پیش کیا ہے بلکہ مسلمانوں کے لیے ان کی تاریخ میں عبرت کے جو پہلو ہیں انہیں بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں نمایاں کردیا ہے۔

میں نے کتاب شروع سے آخر تک دیکھی ہے۔ اس کی تحریر وتسوید کے دوران میں بھی وہ برابر مشورہ کرتے رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے اس موضوع پر ایک مفید اور معتبر تحریر تیار ہوگئی ہے۔ کوئی علمی کوشش حرف آخر نہیں ہوتی البتہ اس کے بارے میں اتنی بات شاید غلط نہ ہوگی کہ مزید تحقیق کے لیے یہ ایک اچھی بنیاد بن سکتی ہے۔ آج کل مطالعہ مذاہب سے دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ کتاب میں اس ذوق کی تسکین کا اہل کتاب کی حد تک کافی سامان موجود ہے۔ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے بھی اس کی افادیت کم نہیں ہے۔ اس سے وہ اہل کتاب کے بارے میں اسلام کے موقف کو بہتر طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں، اور اس کی روشنی میں دیگر مذاہب کے مطالعہ کا ذوق ابھر سکتا ہے اور ان کے ماننے والوں سے بحث وگفتگو میں بھی اس سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف کی اس کوشش کو قبولیت سے نوازے اور انھیں دین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔